کتاب نما

تفہیم القرآن پر اعتراضات کی علمی کمزوریاں، مولانا عامر عثمانیؒ۔ مرتبہ: سید علی مطہر نقوی امروہوی۔ ناشر: مکتبہ الحجاز پاکستان، ۱۷-۲۱۹، بلاک سی، حیدری، شمالی ناظم آباد، کراچی -۷۵۰۰۰۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت: ۱۲۵ روپے

گذشتہ صدی عیسوی کے دوران، جنوب مشرقی ایشیا میں جس عالم دین کو سب سے زیادہ علما کی منفی اور سوقیانہ تنقید کا سامنا کرنا پڑا، وہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس تنقید یا تنقیص میں دلیل کم، اور تعصب کا عنصر زیادہ تھا۔ اس کے باقیات اب بھی کسی نہ کسی شکل میں سامنے آتے رہتے ہیں۔

مولانا عامر عثمانیؒ فاضل دیوبند، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے بھتیجے، مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد اور دیوبند سے شائع ہونے والے ماہ نامہ تجلّی کے مدیر شہیر تھے۔ انھوں نے اس افسوس ناک صورت حال میں سچائی کا دفاع کرنے اور فاول پلے کو روکنے کے لیے اپنے علم و فضل کے ساتھ ساتھ، حیرت انگیز حد تک ثابت قدمی سے کام لیا۔ مولانا مودودی پر حملہ آور قوتوں کے بارے میں انھوں نے پتے کی بات کہی ہے: ''جس طرح ''کوکا کولا'' پینا ایک فیشن بن گیا ہے، اسی طرح مولانا مودودی کی تحریر و تقریر پر اعتراض بھی کئی حلقوں میں داخل فیشن ہو گیا ہے'' (ص ۱۷۷)۔ ''بلاشبہہ غلطیاں شبلیؒ اور ابوالکلامؒ اور مودودیؒ اور غزالیؒ اور ابوحنیفہؒ سب سے ہو سکتی ہیں، مگر ان کی نشان دہی اور اثبات کے لیے تقویٰ اور تبحر اور بیدار مغزی چاہیے اور طنز و تحقیر سے پرہیز ضروری ہے'' (ص ۵۹-۶۰)

وہ کہتے ہیں: ''میرے نزدیک مودودی کی دوستی اور دشمنی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ میں مودودی صاحب کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتا کہ وہ اللہ کے ایک بندۂ ناہیچ ہیں، وہ قرآن و سنت کے مطابق کہیں تو جان و مال سے قبول، خلافِ قرآن و سنت کہیں تو ہزار بار ردّ۔ یہی طریقہ میرے اسلاف کا رہا ہے۔ تمھیں عقل و انصاف اور دیانت و شرافت کے معیاروں پر توجہ کرنی چاہیے۔ تم جو چُھرا اپنے خیال میں مولانا مودودی کی عظمت و عزت کے سینے میں گھونپتے ہو، وہ فی الحقیقت اللہ کے دین اور دعوت حق اور تحریک

اسلامی کے سینے میں گھونپتے ہو''۔ (ص ۲۳۳-۲۳۴)

ان احساسات کے ساتھ انھوں نے تفہیم القرآن پر اعتراضات کا تجزیہ کیا تھا' جسے رسالہ تجلّی سے اخذ ومرتب کر کے جناب سید علی مطہر نقوی نے زیر تبصرہ کتاب کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔

انوار الباری کے مصنف مولانا سید احمد رضا بجنوری کی جانب سے تفہیم میں نسائھن کے ترجمے پر اعتراض وارد کیا گیا اور پھر عجیب وغریب اسلوب میں کھینچا تانی کی گئی' جس کے طول وعرض کا اندازہ جناب عامر عثمانی کے علمی تجزیے سے ہوتا ہے۔ عثمانی مرحوم نے اس اعتراض کا تجزیہ کرتے ہوئے تقریباً چالیس صفحات میں سلف وخلف سے نظائر پیش کر کے اعتراض کے کھوکھلے پن کو علمی سطح پر بے نقاب کیا ہے۔

اسی طرح بجنوری صاحب' مولانا مودودی کے ایک پارۂ تشریح کو ہدف تنقید بناتے ہیں جس میں مولانا مودودی نے لکھا ہے: ''عام طور پر یہ جو مشہور ہو گیا ہے کہ شیطان نے پہلے حضرت حوا کو دامِ فریب میں گرفتار کیا اور پھر انھیں حضرت آدمؑ کو پھانسنے کے لیے آلہ کار بنایا' قرآن اس کی تردید کرتا ہے...... بہ ظاہر یہ بہت چھوٹی سی بات معلوم ہوتی ہے' لیکن جن لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت حوا کے متعلق اس مشہور روایت نے دنیا میں عورت کے اخلاقی' قانونی اور معاشرتی مرتبے کو گرانے میں کتنا زبردست حصہ لیا' وہی قرآن کے اس بیان کی حقیقی قدر وقیمت سمجھ سکتے ہیں''۔ (تفہیم القرآن' ج ۲' ص ۱۶)

مولانا بجنوری نے اس ٹکڑے کو مولانا مودودی کی ''تجدد پسندی'' اور ''مساوات مرد وزن کی علم برداری'' قرار دے کر جو انداز سخن اختیار کیا' وہ پڑھ کر انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ موصوف نے مولانا مودودی کو ردّ کرنے کے جوش میں عورت کی تذلیل اور ''فطری گھٹیا پن'' کو ثابت کرنے کے لیے اسرائیلیات کے انبار اور ذخیرۂ حدیث سے مختلف ٹکڑوں کو استعمال کرنے کی ایک افسوس ناک روش اختیار کی جسے عامر عثمانی نے وسیع نظائر اور مضبوط دلائل سے واضح کیا۔ وہ لکھتے ہیں: ''پھر] مولانا بجنوری نے] عورتوں کو مرد کے مقابلے میں زیادہ مکار' کم رتبہ اور گھٹیا ثابت کرنے کے لیے جن روایات کا سہارا لیا ہے...... ان کا مطلب وہ ہے ہی نہیں' جو] مولانا بجنوری] زبردستی نکال رہے ہیں'' (ص ۷۱)۔

کتاب کا دوسرا باب بھی بڑا معرکہ آرا ہے۔ مولانا مودودی نے آدمؑ کی پسلی سے حضرت حوا کی ولادت والی روایات سے اختلاف کیا ہے۔ بعض علما نے مولانا مودودی کی اس رائے پر جو خاک اڑائی اس کا تجزیہ کرتے ہوئے' عامر عثمانی مرحوم نے دلائل و براہین کے ذریعے معترض حضرات کے داخلی تضاد کو نمایاں کیا۔

باب سوم میں' تفہیم القرآن کے بعض دوسرے حصوں پر وارد کیے جانے والے اعتراضات و

اشکالات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ جناب عثمانی ہر اعتراض کو علمی ذخیرے کی میزان پر تولتے اور اعتراض کے داخل و خارج کو موضوع بحث بناتے ہیں۔ ان مباحث میں انھوں نے متعدد احادیث کے متن اور نتائج پر ایسی اعلیٰ درجے کی بحث کی ہے کہ ان کے اسلوب بحث و بیان پر بعض اوقات مولانا امین احسن اصلاحیؒ کے لہجے کا گمان گزرتا ہے۔

یہ مجموعۂ مضامین' ایک طرف مولانا مودودی کے معترضین کے فکر و کلام کی کج روی کو واضح کرتا ہے' دوسری طرف مولانا مودودی کی سلامتِ فکر' اور اس کے ساتھ ہی عامر عثمانی مرحوم کے تبحرِ علمی اور قدرتِ بیان کا ایک اَن مٹ نقش بھی مرتب کرتا ہے۔ (سلیم منصور خالد)

روح القرآن' سید قاسم محمود۔ ناشر: بک مین' الشجر بلڈنگ' نیلا گنبد' لاہور۔ صفحات: ۲۰۸۔ قیمت: ۱۲۰ روپے۔

یہ ''آیات قرآنی کا موضوع وار جامع اشاریہ'' ہے۔ آیات قرآنی کے اردو تراجم (اقتباسات) کو مع حوالہ سورہ اور آیت' مختلف عنوانات کے تحت جمع کیا گیا ہے۔ مضامین یا عنوانات اس قسم کے ہیں: اتحاد' اجر' احسان' اخلاق' اذان' تاریکی' تبلیغ' تجارت' تخلیق' بارش' بادل' بجلی' بدعت' چوری' چاند' جھوٹ' جہنم' جہالت وغیرہ--- بعض عنوانات غیر اہم' مبہم اور ضمنی ہیں' جیسے: ہوا' برکت' باغ' بچپن' تاریکی' دودھ' جوانی' سفر--- ایسے موضوعات کی بذات خود کوئی اہمیت نہیں' ان کی معنویت کسی دوسرے اہم موضوع کے تحت ہی بنتی ہے۔ اس کے برعکس بعض بنیادی موضوعات کو عنوانات نہیں بنایا گیا' جیسے: آخرت' انفاق' حشر یا قیامت وغیرہ۔

اصلاً یہ ایک مفید کام ہے لیکن اس کے لیے جو خاطر خواہ توجہ' باریک بینی اور محنت و کاوش درکار تھی' اس میں کچھ کمی رہ گئی چنانچہ بعض باتیں کھٹکتی ہیں۔ بہت سی آیات' صحیح عنوانات کے تحت نہیں ہیں' مثلاً: ص ۷۴ پر آیت ''اور جو لوگ سونا چاندی جمع...'' عنوان: ''بشارت'' کے تحت نہیں' ''بخل'' یا ''کنجوسی'' کے تحت آنی چاہیے تھی۔ ص ۹۷ پر ''ختم نبوت'' کے تحت پہلی دونوں آیتوں کا' عنوان سے کوئی تعلق نہیں' ان کا عنوان ''اسلام'' یا ''دین'' صحیح ہے۔ ص ۱۰۰ پر ''سفر'' کے تحت پہلی آیت کا صحیح عنوان ''روزہ'' ہے۔ ص ۴۶' کالم ۲' ''اور ویسی یہ کتاب...'' کا صحیح عنوان ''قرآن'' ہے' نہ کہ ''برکت''--- ص ۱۲۶ پر ''فتح مکہ'' کے تحت دی گئی آیت کا اشارہ اسلام کی فیصلہ کن فتح کی طرف ہے' اس کا ''فتح مکہ'' سے تعلق نہیں' کیوں کہ فتح مکہ ۸ ہجری میں ہوئی اور یہ سورہ ۱۰ ہجری میں نازل ہوئی۔ ص ۱۹۰ پر ''نشہ'' کے تحت ''لوگو! اپنے رب سے ڈرو...'' کا موضوع آخرت اور قیامت ہے' ''نشہ'' سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں۔ ص ۸۰: طلاق اور خلع دو مختلف

موضوع ہیں، یہاں ''خلع'' کے تحت طلاق کی آیت درج ہے۔ بعض جگہ ایک ہی آیت کے دو مختلف ترجمے دیے گئے ہیں، مثلاً ص ۱۶، کالم ا: ''جس روز تم اسے ...'' اور ص ۱۹۰، کالم ا: ''لوگو! اپنے رب سے ڈرو...''۔

مرتب نے بلاشبہ محنت کی ہے لیکن یہ کام اور زیادہ تامّل اور توجہ سے کیا جاتا تو یقیناً زیادہ مفید اور بہتر ہوتا اور اس میں کم سے کم خامیاں ہوتیں۔ (ر-ہ)

اعلاے کلمۃ الحق کی روایت، اسلام میں، میاں محمد افضل۔ ناشر: مجاہد اکیڈمی، ۴۷۰-اے، کینال ویو ہاؤسنگ سوسائٹی، ملتان روڈ، لاہور۔ صفحات: ۶۷۴۔ قیمت: ۳۷۵ روپے۔

اعلاے کلمۃ الحق کی روایت ہماری تاریخ کا ایک شان دار، قابل قدر اور درخشاں باب ہے۔ کلمہ حق کیا ہے؟ بہ قول مصنف: ''ایک روشنی ہے، نور ہے، جس میں ہر شے کی حقیقت نظر آ جاتی ہے۔ انسان باخبر ہو جاتا ہے کہ جس راستے پر وہ چل رہا ہے، وہ آگے کہیں کسی خوف ناک غار میں تو ختم نہیں ہو رہا''۔ سوا اس کے ''حق گوئی سے انسان کو اپنی ذات کا عرفان بھی حاصل ہوتا ہے'' (ص ۲۳)۔

مؤلف نے حق گوئی کی مفصل تاریخ مرتب کی ہے۔ دورِ صحابہؓ سے حضرات ابوذر غفاریؓ، امام حسینؓ، ابن زبیرؓ اور سعید بن جبیرؓ کا ذکر ہے۔ دوسرے دور میں اس روایت کو حسن بصریؒ، ابراہیم نخعیؒ، زید بن علیؒ، امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ اور بہت سے دوسرے اصحاب نے زندہ رکھا—اس کے بعد امام احمد ابن حنبلؒ، امام ابن تیمیہؒ، مجدد الف ثانیؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور تحریک مجاہدین سے وابستہ بہت سے دوسرے افراد—اور یہ داستان نسبتاً قریبی زمانے کے محمد علی جوہر، حسرت موہانی، علی شریعتی، امام حسن البناء، سید قطب شہید، زینب الغزالی، بدیع الزمان سعید نورسی اور مولانا مودودی تک پہنچتی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ: ''جان و مال کی آزمایش کے وقت کلمۂ حق کہنے والے دنیا میں بہت کم ہوئے۔ اتنے قلیل کہ ہر زمانے میں ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے'' (ص ۵)۔ اوائل ہی سے بنی اُمیّہ نے لوگوں کو حق گوئی سے باز رکھنے کے لیے دھمکیوں، دھونس اور لالچ کے حربے استعمال کرنے شروع کیے جس سے کتمانِ حق اور مصلحت اندیشی کو فروغ ملا اور مسلم معاشرے کو اخلاقی اعتبار سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ ضمیر فروشی اور زراندوزی نے بحیثیت مجموعی مسلمانوں کو زوال و اِدبار سے دوچار کیا۔ مصنف لکھتے ہیں: ''جب مسلمان ڈرپوک اور بزدل ہو گئے، جب وہ اپنے ظالم اور جابر حاکموں کے روبرو حق بات کہنے سے ڈرنے لگے تو پھر چنگیز اور ہلاکو جیسے خونخوار حملہ آوروں کے سامنے کیا پامردی دکھاتے۔ نتیجہ باغ اسلام کی ویرانی کی صورت

میں نکلا'' (ص ۲۴)۔

پاکستان اور افغانستان کے موجودہ حالات کے حوالے سے ایک حدیث نبویؐ قابل غور ہے، جس میں آپؐ نے فرمایا: ''تم اس وقت تک عذابِ الٰہی سے نجات نہ حاصل کرسکو گے جب تک تم ظالموں اور فاسقوں کو نہ روکو۔ خدا کی قسم تم ان (ظالم حکمرانوں) کو اچھی باتوں کے بارے میں کہو اور بری باتوں سے روکو۔ ظالم کے ہاتھ پکڑلو، ان کو حق پر آمادہ کرو ورنہ خداوند تعالیٰ تم میں سے بعض کے دلوں کو بعض کے دلوں سے وابستہ کردے گا اور پھر تم پر لعنت کرے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر لعنت کی تھی'' (ص ۶)۔ یہاں مصنف بجا طور پہ سوال اٹھاتے ہیں کہ کہیں مسلمان اس حدیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کی لپیٹ میں تو نہیں آچکے؟

میاں محمد افضل نے تاریخ کو دقّتِ نظر سے دیکھا اور گہرائی میں اُتر کر موضوع سے متعلق تفصیلی لوازمہ فراہم کیا ہے۔ ان کی محنت قابل داد ہے۔ ایک اعتبار سے یہ ضخیم کتاب تاریخ اسلام کے ان درخشاں ستاروں کی کہانی ہے جن کی آب و تاب اور چمک دمک سے تاریخ کے اوراق آج بھی جگمگا رہے ہیں اور انھوں نے اپنی جان کے نذرانے پیش کر کے ملت اسلامیہ کو حیات نو بخشی اور کلمۂ حق کا سبق یاد دلانے اور تازہ رکھنے کے لیے ہماری رائے میں اس کتاب کا ایک مختصر ایڈیشن بھی چھاپنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کی اشاعت وسیع حلقوں تک ہوسکے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

اسلامیہ کالج لاہور کی صد سالہ تاریخ (جلد دوم) از احمد سعید۔ ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، لاہور۔ صفحات: ۳۲۷۔ قیمت: ۱۸۰ روپے۔

عہدِ غلامی میں مسلمانوں نے جگر لخت لخت کو جمع کرتے ہوئے، اپنی فلاح و بہبود اور اشاعت تعلیم کے سلسلے میں جو ادارے قائم کیے ان میں انجمن حمایت اسلام کا نام نمایاں ہے۔ اس کے تحت قائم شدہ اسلامیہ کالج لاہور نے مسلمانوں کی تعلیمی پیش رفت میں مفید کردار ادا کیا۔ پروفیسر احمد سعید نے بڑی محنت اور جانفشانی سے مذکورہ کالج کی تاریخ مرتب کی ہے۔ حصہ اول کئی سال پہلے چھپا تھا اب اس کا دوسرا حصہ (۱۹۱۰ء تا ۱۹۳۵ء) سامنے آیا ہے۔

مصنف نے انجمن کے ریکارڈ اور اس زمانے کے اخبارات و رسائل کی مدد سے ایک تجربہ کار مؤرخ کی سی مہارت کے ساتھ ایک ایسی کتاب تیار کی ہے جو حوالوں اور تصاویر سے پوری طرح مزین ہے۔ کتابیات و اشاریے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔